

خواتین عالمی کانفرنس: چند مشاہدات

ڈاکٹر کوثر فردوس

اقوام متحده کی اکنامک اینڈ سو شل کونسل کے تحت عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے عالمی سطح پر امور راجام پاتے ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں عورتوں کی پہلی عالمی کانفرنس ہوئی۔ ۱۹۷۹ء میں عورتوں کے خلاف ہر طرح کے امتیاز کے خاتمے کا معاهدہ 'سیدا' (CEDAW) ہوا۔ اس پر ۱۲۹ سے زائد ممالک نے دستخط کیے۔ ان میں پاکستان بھی شامل ہے مگر یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی روشنی میں کام کرنے سے مشروط ہے۔

اس معاهدے کی روشنی میں بیگنگ میں ہونے والی کانفرنس میں بیگنگ پلیٹ فارم فارائیشن ٹھہرے، جس کے ۱۳ نکات تھے۔ بعد ازاں آٹھ اهداف کو 'ملینیم ڈیولپمنٹ گاؤز' (MDGs) کے طور پر طے کر لیا گیا، تاکہ خواتین کی ترقی کی رفتار تیز تر اور جائزہ آسان تر ہو جائے۔ اهداف یہ ہیں: ۱۔ غربت کا خاتمہ، ۲۔ عالمی سطح پر لڑکیوں کا ابتدائی درجہ تعلیم میں داخلہ یقینی بنانا، ۳۔ عورت کی برابری کے تصور کو آگے بڑھانا اور عورت کی ترقی کے لیے کام کرنا، ۴۔ بچوں کی شرح اموات میں کمی، ۵۔ ماوں کی شرح اموات میں کمی، ۶۔ اپنے آئی وی ایڈز، ملیریا اور دیگر بیماریوں سے حفاظت، ۷۔ ماحولیاتی استحکام کو یقینی بنانا، ۸۔ ترقی کے لیے عالمی برادری میں شراکت (Global Partnership)۔ ان میں سے نکات ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ اور ۷ عورتوں سے براہ راست متعلق ہیں۔ اہم ترین نکتہ تیسرا ہے، یعنی عورت کی برابری اور ترقی کے لیے کام کرنا۔ آغاز میں جب برابری کا جھنڈا اٹھایا گیا تو نفرہ اپنے اپنے دائرہ کار میں ترقی کا تھا۔ اب یہ ہر طرح کی برابری کا ہے۔

دیکمیشن آن سٹیشن آف ویکن (CSW) عورت کی برابری اور ترقی کے لیے منصوبے بناتا اور ان کا جائزہ لیتا ہے۔ اس دیکمیشن کا ۵۸ واں اجلاس ۱۰ مارچ تا ۲۱ مارچ ۲۰۱۳ء، اقوام متحده کی

کا نفرس بلڈنگ اور نارتھ لان بلڈنگ میں منعقد ہوا۔ اس میں حکومتی مشن برائے اقوام متحده اور اقوام متحده کی مسوٹل اینڈ اکناک مکنولی، میں رجسٹرڈ این جی او، یعنی آئیکوساک سٹیئس، کی حامل ہیں، نے شرکت کی۔ انٹرنیشنل مسلم ویکن یونین بھی اکناک اینڈ مسوٹل کنولی میں صلاح کار تنظیم کا سٹیئس رکھتی ہے۔ راقمہ اس کی صدر اور ڈاکٹر سمیجہ راحیل قاضی استٹیٹ سیکریٹری جزل (ایشیا) کی حیثیت سے اجلاس میں شریک ہوئیں۔ یہ اجلاس بنیادی طور پر مشاورتی فورم تھا جس میں گذشتہ سال کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا۔ اس میں حکومتی مشن کے نمائندوں اور این جی او زنے اپنے اپنے ملک میں اہداف کے حصول کے بارے میں کارکردگی روپرٹ پیش کی اور اپنے نقطہ نظر کا اظہار کیا۔ یہ اجلاس ۲۰۱۵ء کے بعد کے ایجنڈے کی تشكیل کے لیے تھا کہ اہداف کے حصول میں رکاوٹوں کو دُور کیا جاسکے، اور ان پر کام کی رفتار کو تیز کیا جاسکے۔ اجلاس میں ۸۶۰ سو سوائیز سے تعلق رکھنے والے ۲۰۰ سے زائد نمائندگان نے شرکت کی۔ ۱۳۵ پروگرام اقوام متحده کی ایجنسیز، جبکہ ۳۰۰ متوازی پروگرام این جی او زنے منعقد کیے۔

اجلاس میں شریک حکومتی نمائندگان نے ان نکات پر روپرٹ پیش کیں:

- ‘تعلیم’ کے ذیل میں پرائمری میں لڑکیوں کا داخلہ اور تعلیم کا سلسہ مقطع نہ ہو جاری رہے، اس میں کتنا اضافہ ہوا اور آئندہ کے امکانات کیا ہیں؟ ان میں پیش تر ممالک کی کارکردگی خاصی بہتر ہوئی۔

- ‘صحت’ کے عنوان کے تحت زچ و بچ کی صحت کے معاملات کا جائزہ پیش ہوا تو معلوم ہوا کہ ثابت طور پر صورت حال میں کچھ پیش رفت ہوئی۔ اسی طرح ماں کی صحت، دیکھی علاقوں میں ہمیتھہ درکرزر کی تربیت و اضافہ، مانع حمل ادویات کی فراہمی اور محفوظ استقطاب حمل کی کیفیت بیان ہوئی۔

- فیصلہ سازی کے مقام تک رسائی میں عورتوں کی سیاسی نمائندگی کی شرح میں اضافے کے لیے کیے گئے اقدامات اور اہم مناصب پر موجود خواتین کے بارے میں حکومتی نمائندوں نے اپنی کارکردگی پیش کی۔

- عورتوں پر تشدد میں گھر بیو اور جائے ملازمت پر قانون سازی کے مرحل کے بارے میں بتایا گیا۔

● عورتوں کی بہتر معاشری مقام تک رسائی کے ذیل میں اعلیٰ تعلیم کے تمام میدانوں میں عورتوں کے داخلے پر تفصیل سامنے آئی۔ اسی طرح طب اور تعلیم کے علاوہ انجینیرنگ، آئی ٹی اور فضائیہ میں عورتوں کی نمائندگی کا جائزہ لیا گیا۔

کمیشن آن اسٹیٹیس آف ویکن (CSW) کا ۵۸ واں سیشن صبح ۱۰ بجے شروع ہو کر شام چھے تک جاری رہتا۔ درمیان میں ایک تا تین بجے کا وقفہ ہوتا۔ ہفتہ و تواریکی چھٹی ہوتی تھی۔ متوازی پروگرام عموماً دو گھنٹے کے دورانیے کے ہوتے اور صبح ۱۰ بجے سے شروع ہو کر رات ۸ بجے تک جاری رہتے۔ ایک وقت میں پانچ پانچ مختلف اجلاس ہوتے۔

عورت پر تشدد کے ذیل میں اندر وون اور بیرونِ ممالک میں عورتوں کی خرید و فروخت پر کئی سیشن ہوئے، دستاویزی فلمیں دکھائی گئیں اور لڑپر تقسیم کیا گیا۔ نوجوان لڑکیوں اور چھوٹی بچپوں کو غریب اور غیر ترقی یافتہ علاقوں سے لا کر گھروں میں سخت مشقتوں کرواۓ، ہر اسآن کرنے، مار پیٹ اور منقی طور پر پریشان کرنے کا عمل، کئی حکومتوں اور با اثر افراد کا ان کو سنتے مزدور کے طور پر استعمال کرنا، جگلوں میں فتح فوج کا مفتوح علاقے کی عورت کو ہوس کا نشانہ بنانے جیسے موضوعات زیر بحث آئے اور ان پر پورا ٹس بھی پیش کی گئیں۔

اسقط احمل کی حوصلہ افزائی اور ہم جنیت کی تائید میں نہ صرف لڑپر تقسیم ہوا، بلکہ مبارحت بھی ہوئے جن میں ایک موضوع تھا: ”عورتوں کو بچپوں کی تعداد کے لیے فیصلے کی آزادی ہونا ضروری ہے۔“ اس کے ساتھ ساتھ فیصلی فورم نے خاندان کی ٹوٹ پھوٹ کی طرف توجہ دلائی اور مضبوطی کے لیے اقدامات تجویز کیے۔ عورتوں کے حقوق، لکچر اور شریعہ پر بھی ایک فورم ہوا۔

ایک فورم پر یہ تقریر کی گئی کہ اگر بیوی پر ازدواجی حقوق کی ادائیگی کے لیے زبردستی کی جاتی ہے تو وہ قانونی چارہ جوئی کر سکے گی۔ سوالات کے وقٹے میں راقمہ نے سوال کیا کہ بیوی اس فعل پر شوہر کو جیل بھجوادے گی۔ شوہر جب جیل سے رہا ہو کر آئے گا تو بیوی کے ساتھ اس کا سلوک کیا ہوگا؟ جس کے جواب میں مقرر خاتون نے ٹپٹا کر جواب دیا: یہ سوچنا ہمارا کام نہیں ہے۔ عورت کے حقوق اور قانون کے نفاذ نے معاشرے پر جمیع طور پر کیا اثرات مرتب کیے ہیں، محققین کو اس پر بھی اعداد و شمار جمع کر کے حقیقت آشکارا کرنا ہوگی۔

فیلی فورم، کیتھولک کریسچن خواتین کا گروپ ہے جو سب سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ استقطاب حمل کو قانونی تحفظ دینے کے خلاف کام کرتا ہے۔ اس کے بنیادی ارکان نے آنسوؤں کے ساتھ اپنے ذاتی تجربات اور ذہنی کرب کی تفصیلات بیان کیں۔

اس نشست کے آخر میں شرکا کے تاثرات اور سوالات کے موقعے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے راقمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی ہی ایک عورت کے آنے کا واقعہ بیان کیا جو حد جاری کیے جانے کا اصرار کر رہی تھی کہ اسے دنیا میں اس گناہ کی سزا مل جائے اور آخرت میں رُسوائی سے نجات جائے۔ حضور نے اس سے کہا کہ ابھی تم چلی جاؤ اور بچے کی پیدائش کے بعد آنا۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ پھر آئی کہ حد جاری کرو دیجیے۔ یہ حد سنگاری تاحد موت تھی جس کے لیے وہ اپنے آپ کو پیش کر رہی تھی۔ حضور اس کو دوبارہ واپس بھیج دیتے ہیں کہ اس بچے کو دودھ پلاو جب تک کہ یہ خود کھانے پینے کے قابل نہ ہو جائے۔ جب وہ تیری بار آئی تو اس بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا جو وہ کھا رہا تھا۔ اس مثال سے دیکھیے کہ حضور نے ماں کی ممتا، اس کی نفیسیات کا کتنا لحاظ کیا اور بچے سے کتنی شفقت کا معاملہ کیا۔

اس گروپ کے ساتھ ہمارا اچھا تعارف ہے۔ سوڈان سے آنے والی ہماری یونین کی ممبران کے ساتھ بھی ان کے روابط ہیں۔ یہ اس اجلاس میں ہر سال پابندی سے شرکت کرتی، اپنے نقطہ نظر کو جدید تحقیق اور مؤثر دلائل سے ثابت کرتی ہیں۔ ان کا میگزین بھی باقاعدگی سے نکلتا ہے۔ عورتوں کے حقوق، کلچر اور شریعت پر بھی ایک فورم ہوا۔ اس میں عورتوں کے حقوق، شریعت اور ممالک میں رائج کلچر کے حوالے سے لیکچر ہوئے۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست میں ایک امریکی نژاد پاکستانی خاتون کھڑی ہو کر کہنے لگیں: میرے پاکستان کو شریعت نافذ کرنے والے لوگوں نے تباہ کر دیا۔ اللہ کرے وہاں کبھی شریعت نافذ نہ ہو۔ وہ بد امنی کا گھوارہ بن گیا ہے۔ پاکستان سے آئی ایک دوسری خاتون نے، جن کے بارے میں ملاقات پر معلوم ہوا کہ عیسائی ہیں اور لاہور سے ہیں، ویکن اسٹڈیز پر لیکچر بھی دیتی ہیں، سوال کیا کہ پاکستان میں کئی فرقے اور مسالک ہیں، سُنّی، بریلوی، اہل حدیث، اہل تشیع، تو وہاں کس کی شریعت آئے گی؟ اس پر یہ جواب دیا گیا کہ جہاں تک شریعت اور کون سی شریعت کا تعلق ہے، یہ نہ طالبان کی شریعت ہے،

نہ کسی اور گروہ کی شریعت ہے، یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور ہے جو شریعت کے تالع ہے۔ ہم دستور پاکستان کے نفاذ اور بالادقتی کے لیے کوشش ہیں کہ یہی ہمارے اتحاد کا امین ہے۔ ان اجلاسوں کے دوران مختلف گروپس کے ساتھ تعارف اور ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنا اور سمجھانا ہوتا رہا۔ ایک دن، لاپی میں ایک خاتون نے بڑی گرموجوٹی سے پوچھا: کیا تم پاکستانی ہو؟ ہم نے کہا: ہاں، اس نے کہا: میں نے تم پاکستانی عورتوں کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے، اس کا عنوان ہے: پاکستانی عورت تو کہاں ہے؟ یہ میرا تحقیقی مقالہ ہے جو میں نے بلوجستان میں رہ کر ڈیڑھ سال کے عرصے میں کمل کیا ہے۔ ہم نے کہا: بہت خوب، یہ تو بتائیں آپ پاکستان کے دوسرے صوبوں میں بھی گئیں؟ اس نے کہا: نہیں، عورت کو پاکستان میں گھر کی چار دیواری میں بند کر دیا جاتا ہے۔ ہم نے اپنا تعارف کرواایا کہ ہم بھی پاکستانی ہیں۔ میں میڈیکل ڈاکٹر ہوں، فوج میں بھی کام کیا ہے، اور پارلیمنٹ کی ممبر بھی رہی ہوں، تو وہ کہنے لگیں: یہ تو اکاڈمیا مثالیں ہیں۔ ہم نے پوچھا: ایک ماڈل اسلام کا ہے کہ مرد، عورت کی تمام ضروریات پوری کرنے کا پابند ہے، اور دوسراماڈل وہ ہے جس میں عورت اپنے لیے اور اکثر اپنے بچوں کے لیے خود کماتی ہے، ان دونوں میں سے عورت کے لیے کون ساماڈل اچھا ہے؟ اس نے کہا: اچھا تو اسلام والا ہے، مگر یہ کہاں کا انصاف ہے کہ عورت کو گھر سے نکلنے ہی نہ دیا جائے۔ ہم نے کہا: مقامی روانج، اسلام نہیں ہے۔ اسلام میں عورت گھر سے باہر جاسکتی ہے۔ اسلام میں اس کے گھر سے باہر نکلنے کے لیے پردے کے احکامات بیان ہوئے ہیں۔ وہ کاروبار کر سکتی ہے، اور جو کماتی ہے اس کی خود مالک ہے۔ اس نے حیرت سے کہا: اگر یہ ایسے ہی ہے تو یہ بہترین ہے!

میں اقوام متحده کے ایسے سیشن میں تیسری بار (۲۰۰۰ء، ۲۰۱۲ء اور ۲۰۱۳ء) شریک ہوئی تھی۔ میرا مشاہدہ ہے کہ ۲۰۰۰ء میں عورتوں کی جو حاضری اور جوش و جذبہ برائے حصول حقوق تھا وہ اس بار قدر رے ماند پڑتا ہوا محسوس ہوا۔ حکومتیں خواتین کے حقیقی مسائل کے حل کے لیے سنبھدھ نہیں۔ ۲۰۰۰ء کے اجلاس میں مرد غالباً ۱۰ فی صد ہوں گے، جب کہ بعد ازاں ان اجلاسوں میں یہ تعداد بڑھ کر تقریباً ۳۰ فی صد ہو گئی ہے۔ اس کے برعکس عورتوں کی تعداد نسبتاً کم ہوتی جا رہی ہے۔

ابتدأ جاری ہونے والے اعلامیے میں اس بات پر تشویش کا اظہار کیا گیا کہ ۱۵ برس گزر جانے کے باوجود کسی بھی ملک میں عورت کو حقیقی برابری اور صحت و تحفظ کے حوالے سے ترقی حاصل نہیں ہو سکی۔ علمی ادارے عورت کی برابری اور ترقی کے لیے، اپنی ترجیحات کے مطابق، گو شست رفتاری مگر مستقل مزاجی کے ساتھ اہداف کے حصول کے لیے کوشش ہیں۔

اسلامک سرکل آف نارتھ امریکا (ICNA) کی بہنوں کے ساتھ ان پروگراموں میں شرکت کی اہمیت پر بات چیت ہوتی رہی ہے۔ اس اجلاس میں بھی چند بہنوں نے شرکت کی۔ وہ پُر عزم تھیں کہ منصوبہ بندی کے ساتھ آئینہ اس نوعیت کے اجلاسوں میں اپنا نقطہ نظر پہنچائیں گی۔

ایک خاتون پادری کے ساتھ تبادلہ خیال میں انہوں نے کہا کہ چرچ میں لوگوں کا رجوع کم ہوتا جا رہا ہے۔ لوگ اللہ سے تعلق کو کافی سمجھتے ہیں۔ انہوں نے ہم جنس زدہ جوڑوں کی حمایت کی جس پر حیرت ہوئی۔ تیوس کی ایک اسکارف پہننے والی خاتون نے یہ بتایا کہ اس کے ملک کی مسلمان نمائندگان نے چرچ میں ایک پروگرام کیا ہے، جس میں انہوں نے اسلام کے قانون و راست میں مرد اور عورت کے غیر مساوی حصے کو ہدف بنایا۔ یہ بات بھی باعث تشویش تھی۔ دوسری طرف خوش آئند پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں میں چرچ کو خرید کر مساجد، سکول اور کمیونٹی سینٹر بنانے کا رجحان بڑھ رہا ہے، جہاں محلے کے مسلمان باقاعدگی سے اکٹھے ہوتے ہیں۔

اسی طرح امریکی معاشرے میں بچوں کی والدین سے لائقی و آزادی کی کوئی پریشان کن داستانیں سنیں۔ بچے اپنے کروں میں کسی قسم کی مداخلت پسند نہیں کرتے۔ ایک دین دار گھر انے کی بیگی نے والدہ کی معمولی ڈانٹ پر گھر چھوڑ دیا اور بعد میں پتا چلا کہ اس نے اپنی کسی سہیلی کے ساتھ رہائش اختیار کر لی ہے۔ شادی کے لیے رشتہ نہ ملنا اور شادی کے بعد طلاق بہت سے گھروں کی کہانی ہے۔ امریکی انتخابات کے موقعے پر ہم جنسیت کی آزادی ملنی چاہیے یا نہیں کے ۵۸ فن صد اثبات میں جواب کے بعد، ہم جنہیں پسند دنناتے پھرتے ہیں۔ کوئی اشارتاً بھی کچھ کہہ دے تو معافی مانگے بغیر جان نہیں چھوٹی۔ عدالتیں بھی ان کے حق آزادی کو تسلیم کرتی ہیں۔ یہ مغرب کے معاشرتی انتشار و اختطاط کا کھلا ثبوت ہے۔ گھروں میں نہ جاؤ کم ہوا ہے۔ خاندانی ٹوٹ بھوٹ کے اس سمندر میں اکا دکا جزیرے بھی ہیں جہاں خاندان کے افراد ماہانہ جمع ہوتے اور اپنے مسائل کے حل

کے لیے باہمی تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث کا درس بھی ہوتا ہے۔ بچوں کی دوستی اور دل چپی کا دائرہ خاندان ہے جہاں وہ اپنی صلاتیں نکھارتے ہیں۔
